نصائح امام غزالی

یعنی

اَیُّهَا الوَلَد

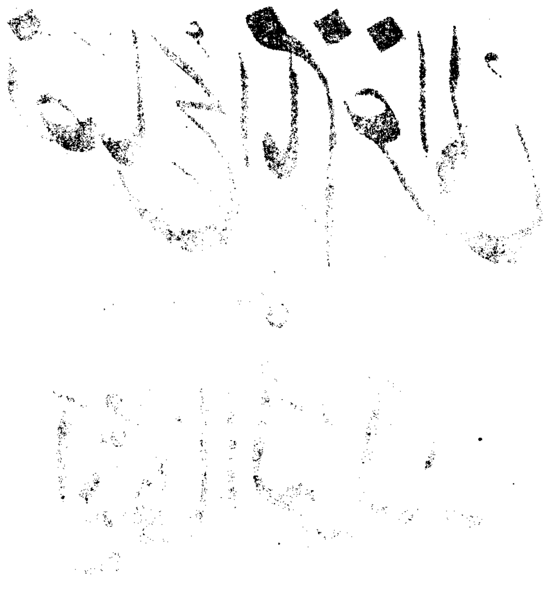

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۵	تعارف کتاب	۱
۵	جواب خط	۲
۲۲	حاتم بن اصم کے بیان کردہ فوائد	۳
۲۸	شیخ کے اوصاف	۴
"	شیخ کی اطاعت	۵
۲۹	ظاہری آداب	۶
"	باطنی آداب	۷
۳۰	تصوف کی حقیقت	۸
"	بندگی کی حقیقت	۹
"	توکل کی حقیقت	۱۰
۳۱	اخلاص کی حقیقت	۱۱
۳۳	آٹھ نصیحتیں	۱۲
"	مناظرہ کا اصول	۱۳
۳۴	مریض کی اقسام	۱۴
۳۵	نصیحت بقدر ظرف	۱۵
۳۶	نصیحت کے قابل شخص	۱۶

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۳۶	وعظ کی حقیقت	۱۷
۳۹	امراء اور بادشاہوں سے دور رہنا	۱۸
۴۰	حاکموں کے تحفے قبول نہ کرنا	۱۹
"	عمل کے قابل چار باتیں	۲۰
۴۱	اللہ تعالیٰ سے تعلق کا طریقہ	۲۱
"	اللہ کے بندوں سے تعلق کا طریقہ	۲۱
"	مطالعہ کی تلقین	۲۲
۴۳	خوراک کا ذخیرہ نہ کرنا	۲۳
۴۴	نماز کے بعد کی دعا	۲۴

تعارف کتاب

معلوم ہو کہ حضرت امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد جس نے امام غزالیؒ کے پاس رہ کر کئی سال علم حاصل کیا اور تمام علوم سے پورا فائدہ اٹھایا۔ اس کے دل میں ایک خیال پیدا ہوا کہ میں نے کئی سال اپنے دل کو مار کر بہت علم حاصل کیا جس میں تقریباً ہر قسم کا علم شامل ہے، اب مجھے یہ نہیں معلوم کہ ان علوم میں سے کونسا علم میرا مددگار ہوگا، قبر کو روشن کریگا، اور (قیامت کے روز) مجھے فائدہ پہنچائے گا اور کونسا علم مجھے فائدہ نہیں پہنچا سکے گا تاکہ میں ایسے علم سے کنارہ کشی کرلوں۔ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے علم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی اور فرمایا ہے:

"اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ"

یعنی میں اللہ سے ایسے علم کی پناہ چاہتا ہوں جس سے کوئی فائدہ نہ ہو۔

یہ شاگرد کچھ روز اس انداز سے سوچتا رہا اور آخر معلوم کرنے کی نیت سے تمام حقیقت اپنے استاد امام محمد غزالی کو لکھ بھیجی اور مزید کچھ دوسرے مسائل بھی پوچھے اور ان سے عرض کی کہ مجھے کوئی نصیحت بھی فرمائیں اور یہ بھی عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی دعا بتادیں جسے میں ہمیشہ پڑھتا رہوں۔ اس نے اپنے خط میں یہ بھی بتایا کہ حالانکہ امام غزالیؒ نے اس سلسلے میں کتنی ہی کتابیں لکھی ہیں مثلاً احیاء العلوم، کیمیائے سعادت، جواہر القرآن، اربعین، منہاج العابدین وغیرہ، لیکن اس ناتواں کو ایسی چیز کی ضرورت ہے جو ہمیشہ پڑھے اور اس پر عمل کرے اس پر امام غزالیؒ نے یہ نصیحت لکھ کر جواباً شاگرد کو بھیجی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ

مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

اے پیارے بیٹے اور سچے دوست ! اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی اطاعت و بندگی کرنے کے لیئے بڑی عمر عطا فرمائے اور محبوب بزرگوں کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ تمام نصیحتوں کا سرچشمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے اس لیے تمام نصیحتوں کا منشور آپ کی احادیث اور سنت پر مشتمل ہے۔ ہر وہ نصیحت جو حدیث اور سنت کے خلاف ہے اس سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ بے شمار نصیحت نامے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ اور سنت کی روشنی میں لکھے اور بیان کیئے گئے ہیں ان سے اگر تجھے کچھ نصیحت پہنچی ہے تو پھر میری کسی نصیحت کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتوں میں سے کوئی نصیحت نہیں پہنچی تو مجھے بتا کہ اتنے سال تک تو نے کونسا علم حاصل کیا؟ بیٹے ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نصیحتیں کی ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ:۔

عَلَامَةُ اِعْرَاضِ اللّٰهِ عَنِ الْعَبْدِ اِشْتِغَالُهٗ بِمَا لَا یَعْنِیْهِ وَاِنِ امْرَاً ذَهَبَتْ سَاعَةٌ مِّنْ عُمْرِهٖ فِیْ غَیْرِ مَا خُلِقَ لَهٗ لَحَرِیٌّ اَنْ یَّطُوْلَ عَلَیْهِ حَسْرَةٌ۔

ترجمہ: بندے کا غیر مفید کاموں میں مشغول ہونا اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف سے اپنی نظرِ عنایت پھیر لی ہے۔ اور جس کام کے لیئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے اگر اس کے سوا کسی اور کام میں ایک لمحہ بھی صرف ہوا تو یہ بڑی حسرت کی بات ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

مَنْ جَاوَزَ الْاَرْبَعِیْنَ سَنَةً وَلَمْ یَغْلِبْ خَیْرُهٗ عَلٰی شَرِّهٖ فَلْیَتَجَهَّزْ اِلَی النَّارِ۔

ترجمہ: جس شخص کا حال چالیس سال کی عمر کے بعد بھی یہ ہو کہ اس کی برائیوں پر

بھلائیاں غالب نہ ہوں تو اسے دوزخ میں جانے کیلئے تیار رہنا چاہیئے

بیٹے! ساری دنیا کے لوگوں کو یہ نصیحت کرنا بہت ہی آسان ہے لیکن اس پر عمل کرنا بہت مشکل ہے. کیونکہ جن لوگوں کے دلوں میں دنیا کی لذتیں اور نفسیاتی خواہشات گھر کر لیتی ہیں ان کو نصیحت اور ہدایت کڑوی لگتی ہے.

ان لوگوں کے دل دنیاوی خواہشوں اور عیش میں گرفتار رہتے ہیں. اس سلسلے میں وہ شخص خاص طور پر قابلِ ذکر ہے جو حکمت، فلسفہ اور اسی طرح کے دوسرے دنیاوی علوم حاصل کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ علم اسے اس دنیا کی فانی شان اور مرتبے کے علاوہ آخرت میں بھی چھٹکارے کا سبب بنے گا. یہ سمجھتا ہے کہ اس پر عمل کرنا ضروری نہیں اس طرح وہ خود کو عمل کرنے سے فارغ سمجھتا ہے. یہ اعتقاد فلسفہ پڑھنے والوں کا ہے جو کہ غلط ہے. سبحان اللہ العظیم، یہ شخص اتنا نہیں جانتا کہ وہ جو علم حاصل کرتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا وہ علم اس کے لئے آخرت میں پکڑ کا سبب ہوگا. کیا اسے یہ خبر نہیں ہے کہ سرکارِ دو عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَالِمٌ لَمْ یَنْفَعْہُ اللّٰہُ بِعِلْمِہٖ

ترجمہ: قیامت میں لوگوں میں سے سب سے زیادہ عذاب اس عالم کو ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے حاصل کئے ہوئے علم سے فائدہ نہ پہنچایا ہو.

بزرگوں کے قصوں میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت جنید بغدادیؒ کو کسی بزرگ نے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا کہ اے ابوالقاسم! مرنے کے بعد کے حال کی خبر دیں. حضرت جنیدؒ نے جواب دیا کہ

طَاحَتِ الْعِبَارَاتُ وَغَابَتِ الْاِشَارَاتُ وَمَا نَفَعَنَا اِلَّا رُکَیْعَاتٌ رَکَعْنَاھَا فِیْ جَوْفِ اللَّیْلِ.

ترجمہ: عبادات اور اشارات سب بیکار گئے البتہ ان رکعتوں نے مجھے فائدہ پہنچایا جو تہجد کے وقت پڑھتا تھا.

بیٹے! نیک اعمال سے محروم، ظاہری علم سے خالی ہاتھ اور باطنی کمالات سے خالی نہ رہنا اور یقین کر کہ (نیک اعمال کے سوا) صرف علم قیامت کے دن تیری کچھ مدد نہیں کر سکے گا۔ یہ بات اس مثال سے سمجھنی چاہیے کہ اگر کوئی جنگل بیابان جیسے خطرناک راستہ پر جا رہا ہو اور اس کے ہاتھ میں دس تیز تلواریں ہوں اور اسی طرح عمدہ تیر کمان اور دوسرے ہتھیار بھی ہوں اور اس کے ساتھ ہتھیار چلانے اور جنگ کرنے کا طریقہ بھی آتا ہو تو ایسے میں اچانک سامنے شیر آ جائے تو بتاؤ کہ کیا سب ہتھیار استعمال کئے بغیر وہ شیر سے بچ سکتا ہے؟

تو یقیناً اچھی طرح جانتا ہے کہ ہرگز نہیں بچ سکتا۔ اسی طرح تجھے علم ہونا چاہیے کہ اگر کوئی شخص ایک لاکھ علمی مسئلے جانتا ہو لیکن کسی پر عمل نہ کرتا ہو تو یہ عمل اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔

دوسری مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو اسے گرمی اور صفرا کی شکایت ہو اسے یہ علم ہو کہ اس بیماری کی شفا سکنجبین اور کشکاب (جو کی آش) میں ہے لیکن وہ ان دواؤں کو استعمال نہیں کرتا۔ تو کیا دواؤں کے اثرات اور استعمال کرنے کا یہ علم گرمی اور صفرا کی بیماری کو رفع کرے گا؟ تو بہتر سمجھ سکتا ہے کہ حکمت کا محض علم ہونے سے بیماری ختم نہیں کی جا سکتی۔ (شعر)

گر می دو ہزار رطل بر پیمائی
تا می نخوری نباشدت شیدائی

یعنی اگر تو دو ہزار رطل شراب تول لے تو بھی اس وقت تک نشہ نہیں ہوگا جب تک اسے پی نہ لے۔

نصیحت: علم حاصل کرنا اور کتابیں پڑھنا اچھی بات ہے لیکن اس پر عمل نہ کرنا کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ جب تک نیک اعمال کے ذریعے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا حقدار نہیں بنا لیتا اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی رحمت تجھے نصیب نہیں ہوگی۔

سن! قرآن حکیم اس سلسلے میں فرماتا ہے:۔

ﵟإِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًاﵞ

ترجمہ :۔ انسان کو کوشش کے بغیر کچھ نہیں مل سکتا۔
اس سے ثابت ہوا کہ انسان کوشش کر کے ہی کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔
بیٹے! مجھے علم ہے کہ تو نے پڑھا ہو گا کہ یہ آیت منسوخ ہے۔ لیکن منسوخ وہ شخص ہے جس نے یہ بیان کی ہے۔ اے بیٹے! میں نے فرض کیا کہ یہ آیت منسوخ ہے لیکن ان دو آیتوں کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟
فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ۔
ترجمہ :۔ پس جس نے ذرّہ بھر بھی نیکی کی ہو گی (قیامت میں) اسے وہ دیکھے گا اور جس نے ذرہ بھر بھی گناہ کیا ہو گا (قیامت میں) اسے وہ دیکھے گا۔
فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا۔
ترجمہ :۔ پس جو اپنے رب سے ملنے کی امید رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ نیک کام کرے۔
وَلَا یُشْرِكْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖٓ اَحَدًا۔
ترجمہ : اور کسی دوسرے کو اپنے رب کی عبادت میں شریک نہیں کرتا۔
اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَھُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۙ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا۔
ترجمہ : بیشک وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے، اچھے کام کئے، ان کے لئے جنت الفردوس مہمانداری کے طور پر ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔
پھر دوسری جگہ پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ :۔
اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا۔
ترجمہ: سوائے اُن لوگوں کے کہ جنہوں نے توبہ کی اور ایمان لائے اور نیک عمل کئے۔
اور ان احادیث مبارکہ کے بارے میں تو کیا کہتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :
بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَھَادَۃُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ

اِقَامُ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءُ الزَّکٰوۃِ وَصَوْمُ شَھْرِ رَمَضَانَ وَحَجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً۔

ترجمہ: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے اوّل شہادت دینا کہ اللہ ایک ہے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے رسول ہیں، دوسرے نماز قائم کرنا تیسرے مال کی زکوٰۃ دینا، چوتھے ماہ رمضان کے روزے رکھنا اور پانچواں استطاعت ہو تو حج کرنا۔

اَلْاِیْمَانُ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِیْقٌ بِالْجَنَانِ وَعَمَلٌ بِالْاَرْکَانِ۔

ترجمہ: ایمان زبان سے قبول کرنے اور دل سے ماننے اور ارکان پر عمل کرنے کو کہتے ہیں۔

یہ حقیقت بیان کر کے اگر دل میں خیال پیدا ہو کہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نہیں بلکہ اپنے اعمال کے ذریعے جنت میں جائے گا تو یہ سمجھ لے کہ تو نے میری بات نہیں سمجھی۔ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ میں یہ نہیں کہہ رہا۔ بلکہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور رحمت سے جنت میں جائے گا۔ لیکن جب تک بندہ اپنی عبادت و بندگی سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت کے لائق نہیں بنائے گا اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی رحمت نصیب نہ ہوگی۔ یہ حقیقت میں نہیں کہہ رہا بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ۔

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکو کاروں کے قریب ہے۔

مطلب یہ کہ اگر بندے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ ہو تو پھر وہ جنت میں کیسے جائے گا۔ میں بھی یہ بات دہراتا ہوں کہ (خدا کی رحمت کے بغیر) بندہ جنت میں کیسے جائے گا۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ بندہ ایمان کے ذریعے جنت میں داخل ہوگا پھر تو سامنے مشکل وادیاں ہیں۔ جن میں پہلا مشکل راستہ ہے۔ ایمان کو بہ سلامت ساتھ لے جانا۔

اے بیٹے! تجھے یقین ہونا چاہیئے کہ جب تک کام نہ کرے گا اس وقت تک

مزدوری نہ ملے گی۔ بنی اسرائیل کا ایک شخص اللہ کی بہت عبادت کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آزمائش کے لئے اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجا۔ جس نے کہا کہ خداوند قدوس فرماتا ہے کہ تو یہ تکلیف بلا ضرورت کرتا ہے تیری عبادت قبول نہیں اور تو دوزخ میں جائے گا۔ فرشتے کا پیغام سن کر اس نیک مرد نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اور ہمارا کام اس کی بندگی کرنا ہے اور وہ مالک اور اختیار والا ہے۔ پھر یہ فرشتہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے پروردگار! تو اس کائنات کے راز اور بھید سے واقف ہے اور تیرے عبادت گذار بندے نے جو جواب دیا ہے وہ بھی تو جانتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ بندہ ہماری بندگی سے منہ نہیں موڑتا تو ہم بھی اس سے منہ نہیں موڑیں گے۔

اِشْهَدُوْا يَا مَلَآئِكَتِيْ اَنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهٗ۔

ترجمہ: اے میرے فرشتو! تم سب شاہد رہنا کہ میں نے اُسے بخش دیا۔

اے بیٹا! سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیا فرماتے ہیں:۔

حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا۔ وَزِنُوْا قَبْلَ اَنْ تُوْزَنُوْا

ترجمہ: قیامت کے دن تم سے حساب لیا جائے اس سے پہلے تم اپنے آپ (نفس) سے حساب لے لو، تمہارے (ترازو میں) عمل تولے جائیں اس سے پہلے تم اپنے (اعمال کی) تول کر لو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ:

مَنْ ظَنَّ اَنَّهٗ بِدُوْنِ الْجُهْدِ يَصِلُ فَهُوَ مُتَمَنٍّ وَمَنْ ظَنَّ اَنَّهٗ بِبَذْلِ الْجُهْدِ يَصِلُ فَهُوَ مُتَعَنٍّ۔

ترجمہ: جو شخص یہ سمجھے کہ میں اعمال کے بغیر ہی جنت میں جاؤں گا۔ ایسا شخص گمراہ ہے اور جس نے سمجھا کہ صرف کوشش سے ہی جنت میں جاؤں گا تو وہ محض مشقت میں مشغول ہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ:۔

طَلَبُ الْجَنَّةِ بِلَا عَمَلٍ ذَنْبٌ مِّنَ الذُّنُوْبِ۔

ترجمہ: نیک اعمال کے بغیر بہشت کی خواہش کرنا گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں:۔

اَلْحَقِیْقَۃُ تَرْکُ مُلَاحِظَۃِ الْعَمَلِ لَا تَرْکُ الْعَمَلِ۔

ترجمہ: علم کی حقیقت یہ ہے کہ اس پر عمل کرے فریفتہ نہ ہو، ایسا نہ کرے کہ سرے سے عمل کرنا ہی چھوڑ دے۔

سرکار دو عالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِن تمام اقوال سے زیادہ بہتر، واضح، پاکیزہ اور عمدہ طریقہ سے فرماتے ہیں کہ:۔

اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْاَحْمَقُ مَنِ اتَّبَعَ نَفْسَہٗ ھَوَاھَا وَتَمَنّٰی عَلَی اللّٰہِ الامانی وَفِی رِوَایَۃٍ عَلَی اللّٰہِ الْمَغْفِرَۃَ۔

ترجمہ: عقل مند وہ ہے جس نے اپنے نفس کو اپنے تابع کر لیا اور مرنے کے بعد آخرت کے لئے عمل کیا، اور بے عقل و احمق وہ ہے جس نے اپنے نفس کو حرص و ہوس (لذّات، شہوات اور خواہشات) کا تابع کیا اور خیال یہ ہے کہ اللہ میرے ساتھ ہے۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بخشش کی خواہش کرتا ہے۔

اے بیٹے! تو نے راتیں جاگ کر علم کا بار بار وِرد کیا اور اس کے مطالعہ کی خاطر اپنے اوپر نیند حرام کی۔ مجھے علم نہیں ہے کہ اس سے کیا مقصد تھا۔ اگر تیری نیت دنیا کے فائدے حاصل کرنا اور دنیوی شان و رتبہ حاصل کرنا تھا تو۔

فَوَیْلٌ لَّکَ ثُمَّ وَیْلٌ لَّکَ۔

یعنی:۔ پس تیرے لئے افسوس ہے اور پھر تیرے لئے افسوس ہے۔

لیکن اگر تیرا مقصد دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام کو قائم رکھنا اور اخلاقی تہذیب اور کسر نفسی تھا تو۔ فَطُوْبٰی لَکَ ثُمَّ طُوْبٰی لَکَ۔

تو پھر تیرے لئے خوشی اور آفرین ہے اور پھر تیرے لئے خوشی و آفرین ہے۔

سَھَرُ الْعُیُوْنِ بِغَیْرِ وَجْھِکَ ضَائِعٌ ❊ وَبُکَاؤُھُنَّ بِغَیْرِ فَقْدِکَ بَاطِلٌ

ترجمہ: اے پروردگار! تیرے دیدار کے علاوہ آنکھوں کا جاگنا بیکار ہے اور تیری

ذات کے علاوہ کسی کے لئے آنکھوں کا رونا باطل ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ :-

عِشْ مَاشِئْتَ فَاِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اَحْبِبْ مَاشِئْتَ فَاِنَّكَ مُفَارِقُهٗ وَاعْمَلْ مَاشِئْتَ فَاِنَّكَ تُجْزٰى بِهٖ۔

ترجمہ: (اے انسان) تو اپنی زندگی جیسے چاہے ویسے گذار (مگر یہ خیال رہے) کہ تجھے مرنا ہے، اور جس سے چاہے محبت کر (مگر یہ خیال رکھ) کہ تجھے اس سے جدا ہونا ہے، اور جیسا چاہے ویسا عمل کر (مگر یہ خیال رکھ) کہ تجھے اس کا بدلہ ضرور ملے گا۔

تجھے علم، علم الکلام، علم الاخلاق، علم طب، نجوم، عروض، صرف و نحو، غزلیات کے دیوان اور فنون جنگ وغیرہ پڑھنے میں کیا فائدہ ہوا اور کیا حاصل کیا۔ تو نے عمر ضائع کرنے اور دنیا کی شہرت حاصل کرنے کے علاوہ کونسا فائدہ حاصل کیا۔ میں نے حضرت عیسیٰ کی انجیل میں پڑھا ہے کہ جس وقت میّت کو کھٹولے میں رکھتے ہیں اور جب تک اُسے قبر تک لاتے ہیں اس وقت تک اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے اس میّت سے چالیس سوال کرتا ہے۔ پہلے سوال میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

عَبْدِیْ قَدْ طَهَّرْتَ مَنْظَرَ الْخَلْقِ سِنِيْنَ فَهَلْ طَهَّرْتَ مَنْظَرِیْ سَاعَةً۔

ترجمہ: اے میرے بندے! تو نے مخلوق کو دکھانے کی غرض سے کتنے ہی سال اپنے آپ کو (ظاہری علم سے) سنگھارا۔ لیکن کیا تو نے میری خاطر ایک ساعت کے لئے بھی اپنا دل صاف کیا؟

بیٹے! ہر روز تیرے دل میں اللہ کی آواز آتی ہے:

عَبْدِیْ مَا تَصْنَعُ بِغَيْرِیْ وَاَنْتَ مَحْفُوْفٌ بِخَيْرِیْ۔

ترجمہ: اے میرے بندے! تو دکھاوے اور ریاکاری کے لئے عبادت کیوں کرتا ہے۔ جبکہ خیر اور شر دونوں میرے ہاتھ میں ہیں۔ اس لئے تجھے چاہیئے کہ تو سچی نیت سے میری بندگی کرے۔

اے بیٹے! عمل کے بغیر علم پاگل پن ہے اور علم کے بغیر عمل بیکار ہے۔ وہ علم جو آج تجھے گناہ سے دُور نہیں رکھتا اور اللہ کی اطاعت کا شوق پیدا نہیں کرتا، یاد رکھو یہ کل تجھے دوزخ کی آگ سے نہیں بچائے گا۔ اگر تو آج نیک عمل نہ کریگا اور گزرے ہوئے وقت کا تدارک نہ کرے گا تو قیامت کے دن تو کہے گا۔

فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا۔

ترجمہ: ہمیں واپس (دنیا میں) لوٹا دے تاکہ ہم نیک کام کریں۔

پھر تجھے کہا جائیگا، اے احمق! تو وہیں سے تو آرہا ہے۔

اے بیٹے! تو ہمت پیدا کر اور جسم میں جدوجہد کے لئے حرکت پیدا کر۔ نیک اعمال کے لئے کوشش کر کیوں کہ پھر قبر میں جانا ہے جو لوگ کہ تجھ سے پہلے اس میں موجود ہیں وہ ہر لمحے تیرے منتظر ہیں کہ تو کب اُن کے پاس پہنچتا ہے۔ خبردار! ثمر (نیک اعمال) کے بغیر ہرگز ان کے پاس مت جانا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

هٰذِهِ الْاَجْسَادُ قَفَسُ الطُّيُوْرِ اَوْ اَصْطَبْلُ الدَّوَابِّ۔

ترجمہ: یہ جسم پرندوں کے پنجرے ہیں یا پھر جانوروں کے طویلے۔

پس سوچ کہ تو کس میں سے ہے۔ اگر گھونسلوں والے پرندوں میں ہے اور ارجعی یعنی میری طرف لوٹ آ، کی آواز سنے گا تو پرواز کر کے اونچی جگہ جا بیٹھے گا۔

اِهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ

ترجمہ: سعد ابن معاذ کی موت سے عرشِ خداوندی لرز گیا۔

لیکن خدانخواستہ اگر تو جانوروں میں سے ہے جن کے لئے یہ کہا گیا ہے۔

اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ۔

ترجمہ: یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ۔

یقین کر کہ تو اپنا سامان مقام زاویے سے مقام ہاویہ کی طرف یعنی اس دنیا

سے سیدھا دوزخ کی جانب لے کر پہنچے گا۔ ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ کو ٹھنڈا شربت دیا گیا۔ پیالہ ہاتھ میں لیتے ہی ایک سرد آہ بھری اور بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا آپ کو کیا ہو گیا تھا؟ آپ نے جواب دیا:

ذَكَرْتُ أُمْنِيَّةَ أَهْلِ النَّارِ حِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ۔

ترجمہ: میں نے دوزخیوں کی اس تمنا کو یاد کیا کہ جب وہ اہل جنت سے کہیں گے کہ ہمیں تھوڑا سا پانی دے دو!

(اے عزیز) اگر تیرے پاس عمل کے بغیر علم کافی ہوتا اور عمل کی ضرورت نہ ہوتی تو صبح صادق کے وقت اللہ تعالیٰ یہ کیوں فرماتا:

هَلْ مِنْ تَائِبٍ، هَلْ مِنْ سَائِلٍ، هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ۔

ترجمہ: ہے کوئی گناہوں سے توبہ کرنے والا، ہے کوئی سوال کرنے والا، ہے کوئی (مجھ سے) اپنی مغفرت کی دعا مانگنے والا۔

پھر تو اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان بیکار ہوتا۔ دراصل صبح صادق کے وقت اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان تو اس لئے ہے:

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ۔

ترجمہ: ایسے (بندے) چند ہی ہیں جو رات کے آخری حصے میں تھوڑی سی نیند کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی تعریف کر رہی تھی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

نِعْمَ الرَّجُلُ هُوَ لَوْ كَانَ يُصَلِّيْ بِاللَّيْلِ۔

ترجمہ: وہ ایک اچھا شخص ہے کاش کہ وہ تہجد کی نماز پڑھتا ہوتا۔

ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ میں سے ایک

صحابیؓ سے فرمایا:۔

لَا تُكْثِرِ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَإِنَّ كَثْرَةَ النَّوْمِ بِاللَّيْلِ
تَدَعُ صَاحِبَهُ فَقِيْرًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ: (اے فلاں) رات کو زیادہ نیند نہ کر کیونکہ رات کو زیادہ سونے والا قیامت کے خالی ہاتھ ہوگا۔

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔

ترجمہ: (اے رسولؐ) اور رات کے حصے میں اُس (اللہ تعالیٰ) کے لئے نماز تہجد ادا کیجئے۔ امر ہے،

وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔

ترجمہ: اور وہ (سچے بندے) صبح صادق کے وقت خدا تعالیٰ سے بخشش طلب کرتے ہیں۔ شکر ہے۔

وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۔

ذکر ہے۔

سرکار دو عالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو تین آوازیں بہت پسند ہیں۔ ایک مرغ سحر کی، دوسری قرآن پاک کی تلاوت کی اور تیسری پچھلی رات میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے اور توبہ کرنے والوں کی۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں:۔

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ رِيْحًا تَهُبُّ وَقْتَ الْاَسْحَارِ تَحْمِلُ
الْاَذْكَارَ وَالْاِسْتِغْفَارَ اِلَى الْمَلِكِ الْجَبَّارِ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ایک ہوا پیدا کی جو رات کے پچھلے پہر چلتی ہے اس وقت جو لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اور خداوند قدوس سے معافی مانگتے ہیں، ان کی آوازیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتی ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:۔

اِذَا کَانَ اَوَّلُ اللَّیْلِ نَادٰی مُنَادٍ مِّنْ تَحْتِ الْعَرْشِ لِیَقُمِ الْعَابِدُوْنَ فَیَقُوْمُوْنَ وَیُصَلُّوْنَ مَا شَآءَ اللّٰہُ ثُمَّ یُنَادِیْ مُنَادٍ فِیْ شَطْرِ اللَّیْلِ اَلَا لِیَقُمِ الْقَانِتُوْنَ فَیَقُوْمُوْنَ وَیُصَلُّوْنَ اِلَی السَّحَرِ فَاِذَا کَانَ السَّحَرُ یُنَادِیْ مُنَادٍ اَلَا لِیَقُمِ الْمُسْتَغْفِرُوْنَ فَیَقُوْمُوْنَ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ فَاِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ یُنَادِیْ مُنَادٍ اَلَا لِیَقُمِ الْغٰفِلُوْنَ فَیَقُوْمُوْنَ مِنْ مَفْرَشِہِمْ کَالْمَوْتٰی نُشِرُوْا مِنْ قُبُوْرِہِمْ۔

ترجمہ: رات شروع ہونے پر ایک فرشتہ عرش کے نیچے سے منادی دیتا ہے کہ عبادت گذاروں کو اٹھ جانا چاہیئے تو جسے اللہ توفیق دیتا ہے وہ اٹھ کر نماز پڑھتے ہیں۔ پھر آدھی رات کو دوسرا فرشتہ منادی کرتا ہے کہ خدا کے با ادب فرمانبرداروں کو اُٹھ جانا چاہیئے۔ پس وہ اُٹھ کر سحر تک نماز پڑھتے ہیں۔ جب سحر ہوتی ہے تو تیسرا فرشتہ آواز دیتا ہے کہ خدا کی مغفرت طلب کرنے والوں کو اٹھ جانا چاہیئے۔ پس وہ اٹھ کر اپنے رب سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ پھر جب پو پھٹنے کا وقت آتا ہے تو پھر چوتھا فرشتہ صدا لگاتا ہے کہ اے غافلو! اٹھو (دن نکل آیا ہے) پھر یہ لوگ اپنے بستروں سے اس طرح اٹھتے ہیں جیسے مردے قبروں سے اٹھیں گے۔

اے بیٹے! حضرت لقمانؑ کی وصیت میں بتایا گیا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

یَا بُنَیَّ لَا تَکُوْنَنَّ الدِّیْکُ اَکْیَسَ مِنْکَ فَاِنَّہٗ یُنَادِیْ بِالْاَسْحَارِ وَاَنْتَ نَائِمٌ۔

ترجمہ: اے بیٹے! مرغے کو اپنے سے زیادہ عقل مند نہ ہونے دینا، کہیں

ایسا نہ ہو کہ وہ تو رات کے پچھلے پہر اُٹھ کر اذانیں دے (یعنی اپنے پروردگار کو یاد کرے) اور تو پڑا سوتا رہے۔

یہ حقیقت اس شعر سے واضح ہو جاتی ہے ؎

لَقَدْ هَتَفَتْ فِي جُنْحِ اللَّيْلِ حَمَامَةٌ	عَلٰى فَنَنٍ وَهْنًا وَاِنِّيْ لَنَائِمُ!
كَذَبْتُ وَبَيْتِ اللّٰهِ لَوْ كُنْتُ عَاشِقًا	لَمَا سَبَقَتْنِيْ بِالْبُكَاءِ الْحَمَائِمُ
وَاَزْعُمُ اَنِّيْ هَائِمٌ ذُوْصَبَابَةٍ	لَهٗ بِيْ وَلَا اَبْكِيْ وَتَبْكِي الْبَهَائِمُ

یعنی رات کو فاختہ تو شاخ پر بیٹھی پکار رہی ہے اور میں پڑا سو رہا ہوں۔ (رب) کعبہ کی قسم میں جھوٹا ہوں اگر سچا عاشق ہوتا تو رونے میں فاختائیں مجھ سے سبقت نہ لے جاتیں۔ افسوس! کہ میں تو محبّت الٰہی کا مدعی ہو کر آنکھ بھی تر نہ کروں اور چوپائے روتے رہیں۔

اے بیٹے! ہمارا مقصد ہے کہ تجھے یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ اطاعت و عبادت کیا چیز ہے؟ اطاعت اور عبادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی پیروی یا تابعداری کرنے کو کہتے ہیں، پھر خواہ وہ نیکی کرنے یا بدی سے روکنے کے احکامات ہوں یا قول و فعل کی اتّباع ہو۔ یعنی جو کچھ کرے یا نہ کرے، بولے یا نہ بولے، یہ سب کچھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاداتِ گرامی کے مطابق ہونا چاہیئے۔ اگر کچھ بولے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق بول، اگر خاموش رہے تو اُنؐ کے حکم کے مطابق خاموش رہ۔ اگر کوئی کام کرے یا نہ کرے تو یہ سب کچھ پیغمبر علیہ السلام کے حکم کے مطابق کر۔ اگر تو کوئی کام کرتا ہے اور وہ تجھے عبادت معلوم ہوتا ہے لیکن وہ کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی خاطر نہیں کرتا تو یہ کام عبادت میں شمار نہ ہوگا بلکہ گناہ میں شمار ہوگا۔ خواہ وہ نماز روزہ ہی کیوں نہ ہو۔ تجھے معلوم نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص دونوں عیدوں اور ایام تشریق میں روزے رکھے گا تو گنہگار ہوگا۔ حالانکہ روزے دار کی صورت اختیار کرتا ہے۔

لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق نہیں کرتا اس لئے گنہ گار ہوتا ہے۔ اِسی طرح اگر کوئی شخص مکروہ وقت میں یا پرائی قبضہ کی ہوئی جگہ پر نماز ادا کرے گا تو وہ آثم یا فاسق اور گنہگار کہلائے گا۔ حالانکہ یہ کام ظاہری طور پر عبادت نظر آتا ہے۔ مگر یہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق نہیں، اس لئے درست نہیں۔ کوئی شخص اپنی منکوحہ سے مباشرت کرتا ہے تو یہ گناہ نہیں۔ حالانکہ ظاہری طور پر یہ کام خراب نظر آتا ہے۔ لیکن چونکہ فرمان کے مطابق کیا جاتا ہے اس لئے حلال ہے لہذا معلوم ہوا کہ عبادت فرمانبرداری کا دوسرا نام ہے۔

اسی طرح نماز اور روزے بھی اُس وقت عبادت میں شمار کیے جاتے ہیں جب وہ فرمان کے مطابق ہوتے ہیں۔ لہذا اے بیٹے! تیرے سارے قول وفعل آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم مطابق ہونے چاہئیں۔ یعنی جو کچھ عمل کرے یا گفتگو کرے وہ سب شریعت کے مطابق ہو۔ کیونکہ مخلوق کا علم اور عمل جو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرع کے مطابق نہیں وہ قطعی گمراہی ہے اور حق سے دور رکھتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گزشتہ زمانے کے تمام علوم منسوخ فرمائے۔

پس تجھے چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوائے کچھ نہ کر اور یقین کر جو علوم تو نے حاصل کئے ہیں ان سے اللہ تعالیٰ کے راستے پر نہیں چل سکتا۔ البتہ یہ راستہ تجھے محنت اور مجاہدے سے طے کرنا ہوگا اور اپنی لذات نفس اور خواہشات کو مجاہدے کی تلوار سے کاٹنا ہوگا۔ یہ نفسانی خواہشات صوفیوں کے ڈھونگ اور بیہودگیوں سے ختم نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ کو باریک نکتے یعنی فلسفیانہ گہرائیاں اور تاریک اوقات یعنی گناہ آلود زندگی پسند نہیں۔ زبان سے تو فصاحت وبلاغت کے کلمات ادا ہوں لیکن دل میں غفلت ونفس

پرستی ہو تو یہ بڑی بدنصیبی کی نشانی ہے۔

جب تک نفس کی خواہشات کو سچائی اور مجاہدے کی تلوار سے نہیں کاٹے گا اس وقت تک تیرے دل میں معرفت کی روشنی پیدا نہیں ہوگی۔

اے بیٹے! تو نے کچھ مسئلے پوچھے ہیں، جن میں سے کچھ تو تقریر و تحریر میں پوری طرح بیان نہیں ہو سکتے۔ اس منزل تک تو پہنچ گیا تو خود پتہ چل جائیگا۔ عشق کا سبق پڑھایا نہیں جاتا بلکہ خود بخود پیدا ہوتا ہے۔ اگر تو اس منزل تک پہنچ گیا تو اس کا جاننا "مستحیلات" یعنی ایک حال سے دوسرے حال میں آنے کے برابر ہے۔ اس لئے عشق، محبت اور ذوق کا دوسرا نام ہے۔ محبت اور ذوق کو نہ تقریر کے ذریعے بیان کیا جا سکتا ہے اور نہ تحریر کے ذریعے اس کی اصل روح کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ جس طرح مٹھاس، کھٹاس اور تلخی کو کوئی شخص تقریر اور تحریر کے ذریعے بیان کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔ لہذا معلوم ہو کہ اگر تو اس منزل پر پہنچ گیا تو خود بخود معلوم ہو جائے گا۔ لیکن اس منزل تک اگر نہ پہنچ سکا تو پھر اس حقیقت کو تقریر و تحریر کے ذریعے اچھی طرح سے بیان کیا جا سکتا۔

اے بیٹے! تیرے کچھ سوال اسی قسم کے ہیں لیکن جس قدر بھی تحریر و تقریر میں آسکتے ہیں، وہ سب میں نے اپنی تصنیف احیاء العلوم الدین اور دوسری کتابوں میں وضاحت سے بیان کئے ہیں جو کہ تو اُن میں پڑھ سکتا ہے۔ البتہ یہاں بھی انشاء اللہ تعالیٰ کچھ مختصراً بیان کئے جائیں گے۔

دوسرا، تو نے پوچھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے والے کے لئے کیا چیز واجب ہے۔ تجھے علم ہونا چاہیئے کہ پہلی بات یہ ہے کہ اس میں خوفِ خدا کا عقیدہ اس درجہ پر موجود ہو کہ اس میں کسی بھی طرح کی بدعت نہ ہو۔ دوسرے توبۃ النصوح اس طرح کی جانی چاہیئے کہ دوبارہ ایسی ذلت کی طرف واپس نہ لوٹے۔ تیسرے دشمن کو بھی اس حد تک راضی رکھے کہ کسی بھی مخلوق کا حق اس پر واجب نہ رہے۔ چوتھے شریعت کے علم میں سے اتنا علم حاصل کرنا چاہیئے کہ

اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت اور فرمانبرداری کر سکے۔ شریعت کے علم کا اس سے زیادہ جاننا واجب نہیں۔ دوسرے علوم میں سے بھی اتنا جاننا چاہیئے جس سے اس کا چھٹکارا ہو سکے، یہ حقیقت تیرے علم میں ہونی چاہیئے کہ بزرگوں کی حکایات میں آتا ہے کہ شبلیؒ نے فرمایا کہ میں نے طریقت کے چار سَو استادوں کی خدمت کی اور ان استادوں کی بیان کردہ چار ہزار احادیث میں سے صرف ایک حدیث اختیار کی اور باقی حدیثوں کو چھوڑ دیا۔ اس لئے کہ اس ایک حدیث پر غور کیا تو اپنا چھٹکارا اس حدیث میں پایا۔ مجھے اس حدیث میں علم اولین و آخرین بیان کیا ہوا نظر آیا۔ وہ حدیث یہ ہے :۔

اِعْمَلْ لِلدُّنْيَا بِقَدْرِ مَقَامِكَ فِيْهَا وَ اعْمَلْ لِاٰخِرَتِكَ بِقَدْرِ بَقَآئِكَ فِيْهَا وَ اعْمَلْ لِلّٰهِ بِقَدْرِ حَاجَتِكَ اِلَيْهِ وَاعْمَلْ لِلنَّارِ بِقَدْرِ صَبْرِكَ عَلَيْهَا۔

ترجمہ: دنیا کے لئے اتنا کام کر جتنا اس میں رہے اور آخرت کے لئے اتنا کام کر جتنا تیرا وہاں رہنا مقدر ہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے اتنا کام کر جتنا تو اس کا محتاج ہے اور دوزخ کے لئے اتنا کام کر جتنا تو اس کی تکالیف پر صبر کر سکے۔

اے بیٹے! اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تجھے زیادہ علم کی ضرورت نہیں کیونکہ زیادہ علم پڑھنا اور حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔ اس دوسری حکایت پر غور کر تاکہ تجھے یقین حاصل ہو جائے۔

حکایت :۔ کہتے ہیں کہ شقیق بلخی قدس اللہ روحہٗ کے شاگردوں اور مریدوں میں سے حاتم اصمؒ بھی ایک شاگرد اور مرید تھے۔ ایک دن شقیقؒ نے اُن سے کہا کہ اے حاتم! تم کتنا عرصہ میری صحبت میں رہے اور میری باتیں سُنتے رہے حاتم اصمؒ نے کہا کہ تینتیس ۳۳ سال۔

شقیقؒ نے کہا کہ اس عرصے میں تو نے مجھ سے کیا فائدہ حاصل کیا؟

حاتم بن اصمؒ نے جواب دیا کہ آٹھ فائدے حاصل کئے ہیں۔ شقیقؒ نے کہا:۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اے حاتم! میں نے اپنی زندگی تعلیم وتربیت میں گزار دی اور تجھے میرے علم سے آٹھ فائدوں کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہوا! حاتمؒ نے کہا اے استاد! اگر سچ پوچھیں تو یہ حقیقت ہے جو میں نے بیان کی۔ مجھے اِن سے زیادہ کوئی ضرورت نہیں اور علم سے اتنا فائدہ ہی کافی ہے، کیونکہ مجھے یقین ہے کہ دنیا و آخرت میں میرا چھٹکارا اِن آٹھ فائدوں سے ہوگا۔ شقیقؒ بلخی نے اُن سے کہا کہ اے حاتم! اچھا تو بتاؤ کہ وہ آٹھ فائدے کون سے ہیں؟

حاتم بن اصمؒ کے بیان کردہ فوائد

اے استاد! پہلا فائدہ یہ کہ میں نے اس دنیا کے لوگوں کو دیکھا کہ ہر ایک کا ایک محبوب ہے۔ لیکن لوگوں کے یہ محبوب ایسے ہیں کہ اُن میں سے کوئی تو موت لانے والی بیماری تک ساتھ دیتے ہیں اور کچھ مرتے دم تک اور کچھ ایسے ہیں جو قبر تک ان کے ساتھ چلتے ہیں اور دفن کے بعد تمام محبوب وہاں سے واپس آجاتے ہیں۔ ان میں سے کوئی محبوب قبر میں ساتھ نہیں جاتا کہ وہاں اس شخص کی دلبستگی کی غرض سے اُس کے ساتھ رہے۔ میں نے غور کیا اور اپنے آپ سے کہا کہ محبوب تو وہی اچھا ہے جو قبر میں بھی ساتھ جائے اور محب کے ساتھ رہے۔ اس کے لئے باعثِ دلبستگی بنے، اس کی قبر کو روشن کرے اور قیامت اور اس کی منزلوں میں اس کا ساتھی ہو۔ میں نے دیکھا کہ ان خوبیوں والا محبوب صرف میرے اچھے اعمال ہیں۔ اس کے بعد سے میں نے اپنے نیک اعمال کو اپنا محبوب بنا لیا تاکہ یہ میرے ساتھ قبر تک جائے۔ میرے لئے سامان دلبستگی ثابت ہو۔ میری قبر کی روشن قندیل

بنے، قیامت کی منزلوں میں میرے ساتھ ہو اور کبھی بھی مجھ سے الگ نہ ہو. شفیق بلخیؒ نے کہا کہ شاباش اے حاتم! تم نے بہت عمدہ بات بتائی ہے اب دوسرا فائدہ بیان کر۔

اے استاد! دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس دنیا کے لوگوں پر نظر ڈالی تو تو دیکھا کہ ہر کوئی لذّات وخواہشات نفس کے پیچھے چل رہا ہے اور اپنی نفسانی خواہشات کے تابع ہے یہ دیکھ کر میں نے اس آیتِ کریمہ پر غور کیا:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى
فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى۔

ترجمہ: جو شخص اپنے پروردگار کا خوف کرے گا اور اپنے نفس کو حرص وہوا سے روکے گا تو اس کے ٹھہرنے کا مقام جنت ہے۔

مجھے یقین ہو گیا کہ قرآنِ حکیم حق اور اللہ کا کلام سچا ہے. پھر اپنے نفس کے خلاف محاذ قائم کیا اور اس کی مخالفت پر کمربستہ ہوا. اسے ایسے سانچے میں ڈھالا اور اس وقت تک اس کی کوئی خواہش پوری نہ کی جب تک کہ اسے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں سکون نہ آنے لگا۔

شقیق بلخیؒ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں نیکی کی برکتیں عطا فرمائے۔

اچھا اب تیسرا فائدہ بیان کر۔

اے استاد! تیسرا فائدہ یہ کہ میں نے لوگوں پر نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ ہر شخص نہایت تکلیف اور محنت سے اس فانی دنیا کے مال کو جمع کرنے میں لگا ہوا ہے اور بڑا خوش ہے کہ اس کے پاس بہت سامال ومتاع ہے۔ لیکن جب میں نے قرآن کریم کی اس آیتِ کریمہ پر غور کیا:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ۔

ترجمہ: تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ سب فنا ہو جائیگا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہی باقی رہنے والا ہے۔

تو میں نے جو دنیا میں جمع کیا تھا وہ سب خدا کی راہ میں درویشوں اور فقیروں میں تقسیم کر دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس بطور امانت جمع رہے اور میرے لئے آخرت کا ثمرہ اور چھٹکارے کا سبب بنے۔

شقیق بلخیؒ نے کہا کہ اے حاتم! اللہ تعالیٰ تجھے اجر عطا فرمائے تو نے بہت اچھی بات کی اور بہت اچھا کام کیا ہے۔ اچھا اب چوتھا فائدہ بیان کر۔

اے استاد! چوتھا فائدہ یہ کہ میں نے دنیا کے لوگوں کو دیکھا کہ ان میں سے کچھ کا خیال ہے کہ شان و شوکت اور عزت و شرف زیادہ اور بڑے قوم قبیلے سے ہے۔ اس لئے وہ اپنے قبیلے پر فخر کر رہے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو سوچتے ہیں کہ شان و شوکت، دولت کی فراوانی، مال اور اہل و عیال سے حاصل ہوتی ہے اس لئے ایسے لوگ اپنی دولت اور اولاد پر فخر کر رہے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو اپنی عزت اور شان، غصہ دکھانے، مارنے، کوٹنے اور قتل غارت گری میں سمجھتے ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں جو اپنی فضول خرچی کو شان و شوکت سمجھتے ہیں۔ اس لئے وہ فضول خرچی کو عزت سمجھ کر اس پر فخر کرتے ہیں۔ لیکن میں نے اس آیت پر غور کیا جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت اور مرتبے والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

لہذا یہ حق اور سچ ہے اور مخلوق کے خیالات باطل اور گمان غلط ہیں۔ اس لئے میں نے تقویٰ کو اختیار کیا تاکہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مرتبے والا شمار کیا جاؤں۔ شقیق بلخیؒ نے کہا کہ اے حاتم! کاش اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہو۔ تو نے بڑی اچھی بات کی۔ اب پانچواں فائدہ بیان کر۔

اے استاد! پانچواں فائدہ یہ کہ میں نے لوگوں کو دیکھا وہ ایک دوسرے کی شکایت کر رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ سب جلن، حسد اور کینے کی وجہ

سے کر رہے ہیں جس کا واحد سبب عظمت وشان، مال و دولت اور علم ہے۔ میں نے قرآن پاک کی درج ذیل آیت پر غور کیا جس میں فرمایا گیا ہے:۔

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔

ترجمہ: ہم نے لوگوں کے لئے دنیا کی زندگی میں رزق تقسیم کر دیا ہے۔

پھر سوچا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ازل سے ہی مال و مرتبہ کو مقرر فرمایا ہے اور اس میں کسی کو کچھ اختیار نہیں۔ اس لئے کسی سے بھی مقابلہ اور حسد نہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی تقسیم اور تقدیر پر راضی رہا اور ساری دنیا کے ساتھ بن گیا۔ شفیقؒ نے فرمایا کہ اے حاتمؒ! سچ کہتے ہو اور ٹھیک کرتے ہو۔ اب چھٹا فائدہ بیان کر۔

اے استاد! چھٹا فائدہ یہ ہے کہ جب میں نے لوگوں پر نگاہ ڈالی تو میں نے دیکھا کہ ہر شخص کسی نہ کسی وجہ سے دوسرے سے دشمنی کر رہا ہے۔ پھر میں نے اس آیت پر غور کیا:

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا

ترجمہ: بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے بس تم اس کو دشمن سمجھو۔

اس کے بعد یقین کر لیا کہ اللہ کا قول سچا ہے، شیطان اور اس کی پیروی کرنے والوں کے علاوہ کسی سے دشمنی نہ رکھنا چاہئے۔ اس کے بعد سے شیطان کو اپنا دشمن سمجھا اور اس کے کسی بھی حکم کو نہ مانا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کی اور اس کے بعد سے اُسی کی عبادت اور بندگی اختیار کرلی۔ سیدھا راستہ صراط مستقیم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے:

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ وَّ اَنِ اعْبُدُوْنِيْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝

ترجمہ: کیا میں نے تم سے یہ وعدہ نہیں لے لیا تھا کہ اے اولاد آدم! تو ہرگز شیطان کی اطاعت نہ کرنا۔ تحقیق وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور میری عبادت کرو۔ (کیوں کہ) یہ سیدھا راستہ ہے۔

شقیقؒ نے فرمایا اے حاتمؒ! بہت اچھا کام کیا اور بہت اچھی بات بتائی۔ اچھا اب ساتواں فائدہ بیان کر۔

اے استاد! ساتواں فائدہ یہ کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ ہر شخص اپنے معاش اور روزی کی تلاش میں سرگرداں ہے اور بے انتہا کوشش میں لگا ہوا ہے، اس سلسلے میں حلال و حرام کی بھی تمیز نہیں کر رہا بلکہ مشکوک اور حرام کمائی کے حصول کے لئے ذلیل اور خوار ہو رہا ہے۔ پھر میں نے آیت پر غور کیا،

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا

ترجمہ: زمین پر ایسا کوئی جاندار نہیں جس کا رزق اللہ تعالیٰ پر نہیں ہے۔

پھر یقین کیا کہ قرآنِ حکیم حق اور سچ ہے اور میں بھی اُن جانداروں میں سے ہوں جو کہ زمین پر موجود ہیں۔ بس پھر میں اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گیا اور یقین کر لیا کہ وہ مجھے روزی پہنچائے گا۔ کیونکہ اس نے رزق کا وعدہ فرمایا ہے۔

شقیقؒ نے کہا کہ بہت اچھا کیا اور بہت اچھی بات بتائی۔ اچھا اب آٹھواں فائدہ بیان کر۔

حاتمؒ نے کہا آٹھواں فائدہ یہ کہ میں نے لوگوں کو دیکھا تو معلوم ہوا، ہر آدمی کا بھروسہ کسی دوسرے پر یا کسی چیز پر ہے۔ کسی کو اپنے مال پر بھروسا ہے، کسی کو لوگوں پر بھروسا ہے۔ لہٰذا میں نے اس آیت شریفہ پر غور کیا جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ط

ترجمہ: جس نے اللہ پر توکل کیا اس کے لئے اللہ کافی ہے۔

اس کے بعد سے میں نے خدائے تعالیٰ عزوجل پر توکل کیا۔

وَهُوَ حَسْبِيْ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔

ترجمہ: اور وہی میرے لئے کافی اور بہترین کارساز ہے۔

جب شقیق بلخیؒ نے یہ فائدے سنے تو کہا کہ اے حاتم! اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق

شطا فرمائے تم نے بہت عمدہ باتیں بتائیں۔ میں نے توریت، انجیل، زبور اور فرقانِ حمید میں دیکھا کہ یہ چاروں کتابیں اِن آٹھ فائدوں کا ذکر کرتی ہیں یعنی چاروں کتابوں نے اپنی تعلیم میں یہ آٹھ فائدے بتائے ہیں اور جس نے بھی ان پر عمل کیا گو یا چاروں کتابوں پر عمل کیا۔

اے بیٹے! تجھے ان حکایتوں سے معلوم ہوا کہ تجھے زیادہ علم کی ضرورت نہیں ہے۔

اب واپس اپنے قصے کی طرف آتے ہیں اور "طالب" اور "سالک" کے لئے اللہ کی راہ میں جو باطنی شرائط ہیں وہ تجھے بتاتا ہوں۔

پانچویں شرط جو کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں چلنے والے "سالک" کے لئے واجب ہے یہ ہے کہ اس کا ایک شیخ کامل ہونا چاہیئے جو اس کی رہنمائی کرے اور اس میں سے بُرے اخلاق نکال کر ان کی جگہ اچھے اخلاق پیدا کرے۔ تربیت کی مثال بالکل اسی طرح ہے کہ جس طرح ایک کسان فصل کی دیکھ بھال کرتے وقت جو بھی گھاس پھوس فاضل اُگ جاتا ہے اسے فصل سے باہر نکال دیتا ہے۔ اسی طرح کھیت میں جو بھی خاروخس پیدا ہوتے ہیں انہیں وہ جڑ سے نکال باہر پھینکتا ہے۔ پھر وہاں پانی اور کھاد دیتا ہے تاکہ فصل بڑھے اور عمدہ بھی ہو۔ اسی طرح ہر حالت میں اللہ کی راہ پر چلنے والے مسافر کے لئے مرشد کامل کے سوا دوسرا کوئی بھی علاج یا حل نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بندوں کی طرف بھیجا تاکہ آپؐ اللہ کی راہ کی روشن دلیل ثابت ہوں، اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر لائیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے رحلت فرمائی تو اپنے نائبوں اور خلفاء کو اپنی جگہ مقرر فرمایا تاکہ وہ قیامت تک اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ کی دلیل ہوں۔

لہذا سالک کے لئے ایسا شیخ کامل ہونا چاہیئے جو کہ اللہ کے راستے پر چلنے کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائب کی حیثیت سے روشن دلیل ہو۔

شیخ کے اوصاف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب جس کو اپنا شیخ بنایا جائے، اس کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ عالم ہو۔ لیکن ہر عالم بھی شیخ کامل نہیں ہو سکتا۔ اس کام کے لائق وہی شخص ہو سکتا ہے جس میں چند مخصوص صفات ہوں۔ یہاں ہم اجمالی طور پر چند اوصاف بیان کرتے ہیں تاکہ ہر سر پھرا یا گمراہ شخص شیخ بننے کا دعویٰ نہ کر سکے۔

میں یہ کہتا ہوں کہ شیخ وہی ہو سکتا ہے جو دنیا کی محبت وعزت و مرتبے کی چاہت سے منہ موڑ کر ایسے کامل شیخ سے بیعت کر چکا ہو جس کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہو۔ اس شخص نے ہر قسم کی ریاضت کی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم کی تعمیل کی ہو۔ وہ شخص تھوڑا کھانا کھاتا ہو، تھوڑی نیند کرتا ہو، زیادہ نمازیں پڑھتا ہو، زیادہ روزے رکھتا ہو اور خوب صدقہ وخیرات کرتا ہو، اس کی طبیعت میں تمام اچھے اخلاق ہونے چاہئیں اور صبر، شکر، توکل، یقین، سخاوت، قناعت، امانت، حلم (سنجیدگی) انکساری، فرمانبرداری، سچائی، حیا، وقار، سکون اور اسی قسم کے اور فضائل اس کی سیرت وکردار کا حصہ ہوں۔ اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار سے ایسا نور اور روشنی حاصل کی ہو جس سے تمام بری خصلتیں مثلاً کنجوسی، حسد، کینہ، جلن، لالچ، دنیا سے اُمید، غصہ اور سرکشی وغیرہ اسمیں ختم ہو چکی ہوں اور علم کے سلسلے میں کسی کا محتاج نہ ہو۔ سوائے اس علم کے جو کہ ہمیں (مخصوص) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔

یہ مذکورہ اوصاف شیخ کامل پیرانِ طریقت کی کچھ نشانیاں ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہونے کے لائق ہیں۔ ایسے شیخوں کی پیروی کرنا صحیح طریقہ ہے۔

شیخ کی اطاعت

ایسے شیخ بڑی مشکل سے ملتے ہیں۔ اگر یہ دولت کسی کو حاصل ہوئی اور یہ توفیق نصیب ہوئی کہ

ایسا کامل شیخ ملا اور وہ شیخ اسے اپنے مریدوں میں شامل کرلے تو اس مرید کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے مرشد کا ظاہری و باطنی ادب کرے ۔

ظاہری آداب

ظاہری ادب یہ کہ اس سے بحث مباحثہ نہ کرے اور اگر کوئی مسئلہ چھڑ جائے اور اگر کبھی سمجھے کہ شیخ سے بھول ہو گئی تو بھی اس پر اعتراض نہ کرے اُسے چاہیئے کہ ہر ایک کے ساتھ مصلّے پر جا کر نہ کھڑا ہو بلکہ جب نماز کا وقت ہو تو پھر جا کر مصلّے پر نماز ادا کرے ۔ جب نماز پڑھ کر فارغ ہو تو مصلّے لپیٹ دے شیخ کے سامنے ہر نماز کے بعد زیادہ نفل نہ پڑھے اور شیخ کامل جو بھی حکم دے اسے اپنی استطاعت کے مطابق بجالائے ۔

باطنی آداب

باطنی ادب یہ ہے کہ مرشد سے جو کچھ بظاہر سُنے اس کے بارے میں یا شیخ کے قول و فعل کی بابت دل میں ذرا بھی شبہ نہ کرے۔ ورنہ منافق کہلائے گا۔ اگر ایسا نہیں کر سکتا تو اُسے چاہیئے کہ شیخ کی صحبت سے کنارہ کش ہو جائے۔ جب تک کہ اس کا باطن بھی ظاہر کی طرح نہ ہو جائے ۔

چھٹی شرط یہ کہ مرید نفس کی چالبازیوں سے بچے۔ یہ صرف اسی طرح ممکن ہے جب وہ بدکردار اور جاہل لوگوں کی مجلس چھوڑ دے ۔ اس طرح اس کے دل سے شیطان کا غلبہ ختم ہو جائیگا اور شیطانی اثرات جڑ سے ختم ہونگے۔ پھر خواہ وہ شیطانی گروہ انسانوں میں سے ہو یا جنوں میں سے۔

ساتویں شرط یہ ہے ہر حال میں مسکینی اور درویشی کو خوشحالی پر ترجیح دے اور نیاز مندی اختیار کرے۔ یہ سات باتیں اللہ تعالیٰ کی راہ پر چلنے والے سالک اور طالب کے لئے ضروری ہیں ۔

تصوف کی حقیقت

دوسرے تو نے یہ پوچھا ہے کہ تصوف کیا ہے؟ تصوف دو خصلتوں کا نام ہے:۔ پہلی یہ کہ (بندہ) اللہ کا وفادار ہو، یعنی شریعت پر عمل کرتا ہو، اور دوسری یہ کہ اللہ کی مخلوق سے ہمدردی و بھلائی کرنے والا ہو۔ جس میں شریعت پر ثابت قدمی اور انسانیت کی فلاح کی خوبیاں ہیں وہ "صوفی" ہے اللہ سے وفاداری یہ ہے کہ اپنی خوشی کو اللہ کی خاطر قربان کر دے۔ لوگوں سے بھلائی یہ ہے کہ لوگوں سے صرف اپنی غرض کی خاطر تعلقات نہ رکھے اور خود غرضی سے کنارہ کرے۔ بلکہ اپنے آپ کو لوگوں کی بھلائی کے لئے وقف کرے۔ بشرطیکہ یہ بھلائی شریعت کے مطابق ہو۔

بندگی کی حقیقت

دوسرے تو نے پوچھا ہے کہ بندگی کیا ہے؟ عبودیت یا بندگی میں تین باتیں ہیں:۔ پہلی یہ کہ شریعت کے حکم کی حفاظت کرنا، دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ قضاو قدر اور قسمت پر راضی رہنا۔ تیسری یہ کہ خواہشات اور اختیار کو چھوڑ دینا اور اللہ تعالیٰ کے اختیار اور خواہش پر خوش رہنا۔

توکّل کی حقیقت

تو نے یہ بھی پوچھا ہے کہ توکّل کیا ہے؟ تجھے معلوم ہو کہ توکّل اسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدے فرمائے ہیں اُن پر پختہ یقین ہونا چاہیئے۔ یعنی یہ اعتقاد ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تیری قسمت میں لکھا ہے وہ تجھے ضرور ملے گا۔ پھر چاہے پوری دنیا اس کو روکنے کی کوشش کرے تب بھی اُس کو روکا نہیں جا سکتا۔ لیکن جو کچھ تیری تقدیر میں نہیں لکھا اس کے لئے تو اور سارا جہاں کتنی بھی

کوشش کرے وہ تجھے ہرگز نہیں ملے گا۔

اخلاص کی حقیقت

تونے یہ بھی پوچھا ہے کہ اخلاص کیا ہے؟ تجھے معلوم ہو کہ اخلاص یا خلوص یہ ہے کہ تیرے سارے کام صرف اللہ (کی رضا) کے لئے ہونے چاہئیں۔ تو جو کچھ بھی کرے وہ دکھاوے کے لئے نہ ہونا چاہئے، اچھے کام کرتے وقت تیرا دل لوگوں کی طرف مائل نہ ہو۔ تیرے دل کو نہ لوگوں کی تعریف پر خوش ہونا چاہیئے۔ نہ کسی سے شکایت پر رنجیدہ ہونا چاہئے۔ تجھے معلوم ہو کہ ریاکاری لوگوں کی تعریف اور تعظیم سے پیدا ہوتی ہے اور ریاکاری کا علاج یہ ہے کہ تو سارے جہاں کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تابع سمجھ اور ساری مخلوق کو کنکروں اور پتھروں کی مانند سمجھ، تجھے یہ سمجھنا چاہئے کہ پتھروں کی یہ طاقت نہیں کہ وہ تجھے رنج و راحت پہنچا سکیں۔ ساری مخلوق کو اگر ایسا سمجھے گا تو پھر تجھے ریاکاری سے نجات مل سکے گی۔ جب تک یہ عقیدہ رکھے گا کہ مخلوق کو دکھ سکھ پہنچانے کی طاقت ہے تو پھر تیرے دل سے ریاکاری ہرگز نہیں نکل سکتی۔

اے بیٹے! تیرے باقی سوال ایسے ہیں جن میں سے کچھ ہماری تصنیف کردہ کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں جو ان میں سے دیکھ لے اور کچھ سوال ایسے ہیں جن کا جواب لکھنا ممنوع ہے تو جو کچھ لکھا گیا ہے اس پر عمل کرتا کہ وہ امور تجھ پر واضح ہو جائیں جو تو ابھی نہیں جانتا۔

اے بیٹے! اس کے بعد جو تجھے مشکل لگے اور سمجھ نہ آئے تو وہ زبانی طور پر دل کی زبان کے علاوہ مجھ سے نہ پوچھ۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ۔

ترجمہ: اگر وہ لوگ آپؐ کے از خود باہر آنے تک صبر کرتے تو انہی کے لئے بہتر تھا۔

حضرت خضر علیہ السلام کی نصیحت قبول کر۔

فَلَا تَسْأَلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا۔

ترجمہ: پھر تم مجھ سے کوئی بات مت پوچھنا، یہاں تک کہ میں خود ہی تم سے اس کا ذکر کردوں۔

جلدی مت کر، جب وقت آئیگا تو خود ہی تجھے بتا دیا جائیگا اور دکھا دیا جائے گا۔

سَأُرِيْكُمْ اٰيَاتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنَ۔

ترجمہ: ہم تمہیں جلدی اپنی نشانیاں دکھائیں گے لہذا (اس سلسلے میں) تم جلدی کی خواہش مت کرو۔

تو وقت سے پہلے مت پوچھ، جب اس کیفیت کو پہنچے گا تو خود نظر آجائے گا۔ تو یہ یقین کر کہ جب تو اس منزل کی طرف نہ جائے گا، اس وقت تک نہ تو وہاں پہنچے گا نہ دیکھ سکے گا۔

اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا۔

ترجمہ: کیا وہ زمین (ملک) میں گھومے پھرے نہیں ہیں تاکہ وہ (سب کچھ) دیکھ لیتے۔

اے بیٹے! خدا کی قسم اگر تو اپنے دل کو روشن کرلے تو یقیناً عجیب وغریب کیفیات نظر آئیں۔ تجھے چاہئے کہ ہر منزل پر جان کی بازی لگا دے۔ اس کے علاوہ مقصد حاصل نہیں ہوگا۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگردوں میں سے ایک شاگرد سے کتنی اچھی بات کہی ہے۔

اِنْ قَدَرْتَ عَلٰى بَذْلِ الرُّوْحِ فَتَعَالَ وَاِنْ لَّا تَشْتَغِلْ بِتُرَّهَاتِ الصُّوْفِيَّةِ وَالْقَالِ۔

ترجمہ: اگر (اس راہ میں) جان کی بازی لگانے کی ہمت ہے تو آجا (قدم رکھ) ورنہ محض صوفیوں کی خوش کن باتوں میں مت آ۔

اے بیٹے! میں اب آٹھ نصیحتوں پر اپنا قصہ ختم کرتا ہوں۔

آٹھ نصیحتیں

تجھے ان میں سے چار باتیں کرنی ہیں اور چار باتیں نہیں کرنی ہیں تاکہ تیرا علم قیامت کے دن تیرا دشمن نہ بنے۔

پہلے تو وہ چار کام بیان کئے جاتے ہیں جو تجھے کرنے نہیں ہیں۔

ا۔ مناظرہ کا اصول

اول یہ کہ جہاں تک ہو سکے ہر کسی سے مناظرہ نہ کر اور کسی بھی مسئلے پر بحث نہ کر۔ کیونکہ اس میں بہت سی آفتیں ہیں اور فائدے سے زیادہ نقصان ہے۔ یہ کام تمام بری باتوں مثلاً، ریاکاری، حسد، غرور، کینہ، دشمنی، فخر اور ناز وغیرہ کا سرچشمہ ہے۔ اگر تیرے اور دوسرے شخص کے درمیان کوئی مسئلہ چھڑ جائے اور تیری خواہش ہو کہ حق ظاہر ہو تو اس مسئلے پر بحث کرنے کے لئے تیری نیت کو ٹھیک کہا جائیگا۔ اس سلسلے میں نیک نیتی کی دو علامات ہیں۔

اول یہ کہ اگر تیری زبان سے یا تیرے مخالف کی طرف سے حق ظاہر ہو تو اس میں کوئی فرق نہ کرے۔ یعنی دونوں صورتوں میں راضی رہے کہ (بہر حال) حق ظاہر ہوا۔

دوسری علامت یہ ہے کہ تو تنہائی میں اس مسئلے پر بحث کرنے کو بہتر سمجھے۔ لیکن اگر تو کسی مسئلے پر بحث کرے اور تجھے یہ یقین ہو کہ تو حق پر اور مخالف صرف بحث کر رہا ہے تو تو خبردار ہو جا اور اس سے بحث نہ کر اور بات کو وہیں ختم کر دے۔ ورنہ خواہ مخواہ رنجش پیدا ہو گی اور کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

یہاں میں ایک فائدہ بیان کرتا ہوں۔ تجھے معلوم ہو کہ مسائل کے بارے میں سوال کرنا ایسا ہے گویا دل کے طبیب کے سامنے دل کی بیماری اور اس کے اسباب بیان کرنا۔ نیز اس طبیب کی طرف سے دل کی بیماری کی شفا کے لئے کوشش کرنا

ایسا ہے جیسا اس مسئلے کا جواب دینا۔ تجھے یقین ہونا چاہیئے کہ جاہل لوگ ایسے مریضوں کی مانند ہیں جن کے دلوں میں مرض ہے اور عالم طبیبوں اور حکیموں کی مانند ہیں۔ ناقص عالم طبابت کے لائق نہیں اور کامل عالم بیماری کا علاج کر سکتا ہے۔ نیز بیماری کے اسباب بھی معلوم کر سکتا ہے لیکن بیماری اگر غالب آجائے اور اس کے اسباب بھی معلوم نہ ہو سکیں تو پھر کسی استاد طبیب سے مشورہ کیا جائے جو یہ بتا سکے کہ اس بیماری کا کوئی علاج نہیں ہے اور یہ بیماری دوا دارو سے ٹھیک نہ ہوگی۔ اس قسم کی لاعلاج بیماری کے علاج میں مشغول رہنا وقت ضائع کرنے کے مترادف ہوگا۔ اب تو سمجھ کہ:۔

مریض کی اقسام

جاہل مریض چار قسم کے ہوتے ہیں اور ان چار میں سے ایک کا علاج ممکن ہے باقی تین لاعلاج ہیں۔

پہلا بیمار وہ ہے جو حسد کی وجہ سے سوال پوچھے یا اعتراض کرے۔ حسد ایک ایسی مہلک بیماری ہے جس کا علاج نہیں ہے۔ یوں سمجھ کہ تو جو بھی جواب دے گا وہ خواہ کتنا ہی عمدہ کیوں نہ ہو لیکن وہ تجھے اپنا دشمن شمار کرے گا اور اس کی جلن اور حسد کی آگ اور بھی بھڑکے گی۔ لہذا اچھا یہ ہے کہ اس کو جواب نہ دے کسی شاعر نے اس سلسلے میں اچھا کہا ہے ؎

كُلُّ الْعَدَاوَةِ قَدْ تُرْجٰى اِزَالَتُهَا

اِلَّا عَدَاوَةَ مَنْ عَادَاكَ مِنْ حَسَدٍ

ترجمہ: ہر قسم کی دشمنی کا ازالہ ہو سکتا ہے مگر جو دشمنی حسد کی وجہ سے ہو اس کا ازالہ ممکن نہیں ہے۔

لہذا اس کا مداوا یہ ہے کہ اس حاسد کو چھوڑ دے تاکہ وہ اسی مرض میں مبتلا رہے فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا۔

ترجمہ: تو ایسے شخص سے کنارہ کشی اختیار کر جو (حسد کی وجہ سے) ہمارے ذکر سے منہ موڑتا ہے اور دنیا کی زندگی (کی آسائشوں) کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتا۔

مریض کی دوسری قسم وہ ہے جس کی بیماری کا سبب اس کی حماقت یا بیوقوفی ہے۔ یہ بیماری لاعلاج ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں (بحکم خدا) مُردوں کو زندہ کرنے میں عاجز نہیں ہوا لیکن احمق اور جاہلوں کا علاج کرنے سے عاجز آگیا۔ جاہل احمق وہ ہے جو علم حاصل کرنے میں بہت کم وقت گزارتا ہے اور علوم عقلیہ یا نقلیہ ابھی شروع ہی نہیں کئے ہیں لیکن ان بڑے عالموں پر اعتراض کرتا ہے جن کی ساری زندگی علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل میں گزری ہے۔ اسے یہ علم نہیں کہ اس کا اعتراض جو کہ خود اُسے اور اپنے جیسے دوسرے لوگوں نیز علماء کو گراں گزرتا ہے۔ اسی طرح بلاشک یہ اعتراض اس بڑے عالم کو بھی گراں گزرتا ہوگا۔ اسے یہ بھی نہیں معلوم کہ اس کا یہ اعتراض جو اس عالم پر کر رہا ہے، بیکار اور فضول ہے اور اس بڑے عالم کی فکری گہرائی کو خود اس نے اور دوسرے عالم نے اور ان جیسے دوسرے لوگوں نے سمجھا ہی نہیں ہے۔ بھلا جب وہ اتنا بھی نہیں سوچ سکتا تو یہ اس کی حماقت اور نادانی ہے۔ ایسے شخص سے بھی الگ رہنا چاہئے اور اسے جواب نہیں دینا چاہئے۔

نصیحت بقدر ظرف

تیسرے قسم کا بیمار وہ ہے جو اپنی بیقراری و بے صبرے پن کی وجہ سے بزرگوں کی باتیں نہ سمجھے اور اپنی کم عقلی پر بھروسہ کئے رہے اور جو سمجھے اپنے فائدے کی وجہ سے سمجھے۔ ایسا شخص بھولا اور بے عقل ہوتا ہے اور اس کا ذہن حقائق کو سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے۔ ایسے شخص کو بھی جواب دینا ضروری نہیں، کیونکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَآءِ اُمِرْنَا اَنْ نُّکَلِّمَ النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ۔

ترجمہ: ہم گروہ انبیاء سے فرمایا گیا ہے کہ لوگوں کو ہم ایسی باتیں بتائیں جو اُن کی عقل کے مطابق ہوں۔

نصیحت کے قابل شخص

چوتھی قسم کا بیمار وہ ہے جو صراطِ مستقیم کا طلب ہو، فرمانبردار ہو، ذکی اور ذہین ہو اور اس میں غصہ، نفس پرستی، حسد اور دولت وجاہ کی خواہش نہ ہو (لہذا) ایسا شخص جو کہ راہ حق اور صحیح طریقے کا متلاشی ہو اور جو سوال پوچھے یا اعتراض کرے وہ حسد کی وجہ سے یا عیب جوئی کی خاطر یا امتحان لینے کی غرض سے نہ کرے ایسا ہی شخص وہ مریض ہے جس کا علاج کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اگر اس شخص کے سوال کا جواب دینا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے۔

۲، وعظ کی حقیقت

نصیحت یہ ہے کہ تو وعظ اور تقریر کرنے سے بچے، کیونکہ اس میں بڑی آفتیں اور نقصان ہیں۔ اگر سمجھتا ہو کہ تو جو کچھ وعظ کرتا ہے اس پر پہلے خود بھی عمل کر چکا تو یہ بات بھی خیال میں رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حق تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

يَا ابْنَ مَرْيَمَ عِظْ نَفْسَكَ فَإِنِ اتَّعَظْتَ فَعِظِ النَّاسَ فَاسْتَحْيِ مِنِّيْ ؕ

ترجمہ: اے فرزندِ مریم! تم اپنے نفس کو نصیحت کرو پھر اگر اس نے تمہاری نصیحت قبول کر لی تو پھر لوگوں کو نصیحت کرو ورنہ مجھ سے شرماؤ۔

اگر ایسے حالات پیدا ہوں کہ تجھے وعظ کرنا ہی پڑے تو پھر دو باتوں سے بچنا۔ اوّل یہ کہ اپنے وعظ میں رنگین بیانی، اشارہ وکنایہ، مقفٰی و مسجع عبارات۔ دل خوش کن اشعار وابیات اور خلاف شرع گفتگو (بعض نام نہاد)

صوفیوں کے جھوٹ سے پرہیز کرنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تصنّع کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ لیکن (اگر کسی واعظ کا) تکلف یا نمائش حد سے تجاوز کر جائے تو سمجھ لے کہ اس واعظ کا باطن خراب اور دل غافل ہے۔ کیونکہ وعظ کا مقصد اپنی قابلیت جتانا نہیں بلکہ یہ ہے کہ آخرت کے عذاب کا ذکر کیا جائے۔ اللہ کی بندگی کے سلسلے میں اپنی کوتاہیاں بیان کی جائیں اور فضول کاموں اور ضائع کردہ عمر پر افسوس کیا جائے۔ آخرت کے دشوار گزار مرحلوں کا تذکرہ کیا جائے جو آگے ہمارے راستے میں حائل ہیں۔ اسی طرح ایمان کی سلامتی کے ساتھ اس دنیا سے گزرنے کا طریقہ، مرتے وقت ملک الموت کا منظر، قبر میں منکر نکیر کے سوال و جواب اور قیامت کی منزلیں اس میں بیان کی جائیں۔ اس کے علاوہ حشر کے میدان میں حساب کتاب کا منظر، میزان میں اعمال کے تولے جانے، پل صراط سے گزرنے اور پار پہنچنے اور روز محشر کی دوسری ہولناکیوں کا نقشہ پیش کیا جائے۔ واعظ کو چاہیے کہ خوف کی یہ تمام باتیں لوگوں کے سامنے بیان کرے اور انہیں اِن تمام باتوں سے مطلع کرے۔ اس کے علاوہ مجلس میں بیٹھے لوگوں کو اُن کے عیوب و کوتاہیوں کی یاد دلائے تاکہ ان کے دل میں عذابِ آخرت کا خوف پیدا ہو اور جس قدر ہو سکے اپنے برباد شدہ وقت پر افسوس کریں اور اس کی تلافی کریں اور جو وقت عبادت کے بغیر گذرا ہو اس پہ آنسو بہائیں۔ یہ تمام باتیں جو میں نے اوپر بیان کی ہیں وعظ میں بیان کی جائیں۔ مثال کے طور پر اگر کسی کے گھر کے دروازے پر سیلاب کا پانی پہنچ جائے اور نوبت یہ آ جائے کہ گھڑی بھر میں اس کے گھر کو اپنی لپیٹ میں لے کر اس کے بال بچوں کو ڈبو دے گا۔ اس وقت گھر کا مالک اپنے گھر میں شور کرے گا اور کہے گا کہ اے گھر والو! الحذر، الحذر یعنی افسوس افسوس، جلدی بھاگو، سیلاب کا پانی پہنچ گیا ہے۔ ایسے خوفناک وقت میں گھر کا مالک سیلاب کا ذکر ہرگز رنگین عبارات، اشارات و کنایات مقفّیٰ، مسجع، مرصّع اور ہم وزن کلام یا پُر تکلف شاعرانہ رنگین بیانی سے نہیں کرے گا۔

اہل مجلس کے سامنے بھی وعظ کی مثالیں اسی طرح (یعنی خود ڈر کر اور دوسروں کو ڈراتے ہوئے) ہونی چاہئیں۔

دوسرے وعظ کرتے وقت اپنے دل میں ایسے خیالات نہ آنے دے کہ لوگ تیرا وعظ سنکر واہ واہ کے نعرے لگائیں اور وجد میں آکر جھومنے لگیں بدمست ہو جائیں یا کپڑے پھاڑیں اور ساری محفل میں شور برپا ہو جائے اور سامعین کہنے لگیں کہ مجلس بہت اچھی منعقد ہوئی اور فلاں نے بہت اچھا وعظ کیا۔ اس قسم کے خیالات ریاکاری میں شامل ہیں اور ایسی بات پر خوش ہونا تیری کم عقلی ہے۔ دراصل تیری نیت یہ ہونی چاہیئے کہ وعظ کے ذریعے خدا کی مخلوق کو دنیا سے آخرت کی طرف بلائے۔ گناہوں سے بندگی کی طرف لے آئے۔ حرص سے زُہد کی طرف، کنجوسی سے سخاوت کی طرف، ریاکاری سے خلوص کی طرف، تکبر سے انکساری کی طرف، غفلت سے بیداری کی طرف اور غرور سے پرہیز گاری کی طرف بلائے۔ اُن کے دلوں میں آخرت کی محبت پیدا کر تاکہ وہ آخرت کی طرف مائل ہوں۔ اس طرح اُن کے دلوں کو دنیا سے بیزار کر تاکہ دنیا کو اپنا دشمن سمجھیں۔ اسی طرح لوگوں کو اللہ تعالٰی کے کرم اور رحمت کے بارے میں غلط بیانی کے ذریعے دھوکے میں نہ رکھ بلکہ اُن میں پرہیز گاری اور خدا ترسی پیدا کر اور دیکھ کہ ان کے دل میں وہ کونسی بات ہے جو اللہ کی رضا کے خلاف ہے اور ان کا جھکاؤ کس چیز کی طرف ہے جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے خلاف ہے۔ اس کے ساتھ انکے اخلاق و اعمال پر نظر رکھ تاکہ ان کی بداعمالیاں ختم ہوں اور ان کی جگہ اچھے اخلاق و اعمال پیدا ہوں۔ جن لوگوں پر ڈر اور خوف کا غلبہ ہو ان میں اتنی امید پیدا کر کہ جب وہ تیری مجلس سے اٹھیں تو ان میں کچھ باطنی صفات پیدا ہو چکی ہوں اور ان کا ظاہر بھی تبدیل ہو چکا ہو۔ جو لوگ اللہ کی عبادت میں سست تھے، وہ عبادت کی طرف مائل ہو جائیں اور دل میں شوق بندگی پیدا کریں اور جو لوگ گناہ کے کرنے میں نڈر اور دلیر ہوں اُن

میں خوف خداوندی پیدا ہو جائے۔ جو وعظ ایسا نہ ہوگا اور واعظ ایسی باتیں نہ بیان کرے گا تو وہ واعظ پر اور سننے والوں کے لئے وبال کا باعث ہے۔ ایسا شخص شیطان ہوتا ہے (جو کمین نفس کا غلام بن کر یہ خیال کرے کہ وعظ کے ذریعے میں اپنی قابلیت ظاہر کروں اور دنیا کی جاہ و شان حاصل کرلوں) وہ شیطان مخلوقِ خدا کو راہِ راست سے بھٹکاتا ہے، ان کا خون بہاتا ہے اور انہیں دائمی ہلاکت میں مبتلا کرتا ہے۔ خلقِ خدا کو چاہیئے کہ ایسے شخص سے دور رہیں۔ ایسے لوگ دین میں جو فساد پھیلاتے ہیں ایسا فساد شیطان بھی نہیں پھیلا سکتا۔ جس شخص میں طاقت ہو کہ ایسے واعظ کو منبر سے اتار سکے، اس پر واجب ہے کہ ایسے لوگوں کو منبر سے کھینچ کر نیچے اتارے وعظ کرنے سے روک دے تاکہ وہ لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بابت غلط بیانی سے کام نہ لے سکیں۔

۳۔ امراء اور بادشاہوں سے دور رہنا

تیسرے کسی بادشاہ، کسی امیر اور حاکم کو سلام نہ کر، ان کی مجلس صحبت اور محفل سے دور رہ بلکہ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ۔ کیونکہ انھیں دیکھنے اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے میں بڑی مصیبتیں پوشیدہ ہیں۔ لیکن اگر کبھی ان کی صحبت کا اتفاق ہو ان کی تعریف سے کنارہ کش رہنا۔

فَاِنَّ اللّٰہَ یَغْضَبُ اِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ وَالظَّالِمُ وَاِذَا مَدَحَ وَمَنْ دَعَا لِظَالِمٍ بِطُوْلِ الْبَقَآءِ فَقَدْ اَحَبَّ اَنْ یُّعْصَی اللّٰہُ فِی الْاَرْضِ ط

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے جب کسی فاسق اور ظالم کی تعریف کی جاتی ہے۔ اور جو شخص کسی ظالم کے لئے درازیٔ عمر کی دعا مانگتا ہے تو گویا اس دعا کرنے والے نے یہ پسند کیا کہ وہ اللہ کی زمین پر گنہگار ہو کر چلے۔

۴ ۔ حاکموں کے تحفے قبول نہ کرنا

چوتھے یہ کہ حاکموں کے تحائف قبول نہ کر چاہے تجھے معلوم ہو کہ جو دے رہے ہیں وہ حلال مال سے ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے مال پر نیت رکھنے سے دین میں نقصان و فساد ہوتا ہے۔ ان کی طرف سے جو مراعات اور انعام ملتا ہے، ان کے ظلم و ستم اور فسق و فجور کو جنم دیتا ہے جو دین کے لئے نقصان کا سبب ہوتا ہے۔ اس سے کم از کم جو خرابی پیدا ہوتی ہے وہ یہ کہ تو ان ظالموں سے محبت کرے گا اور جو بھی کسی شخص سے محبت کرتا ہے وہ اس کے لئے درازیٔ عمر کی دعا کرتا ہے۔ اگر ظالم کی عمر بڑی ہو گی تو ظلم بھی زیادہ جاری رہے گا اور دنیا میں فساد اور خرابی پیدا ہو گی جس سے زیادہ بُری اور کیا بات ہو سکتی ہے؟ خبردار، خبردار! شیطان تجھے گمراہ کرے گا اور تیرے دل میں یہ خیال پیدا کرے گا "پہلے تو یہ کر کہ ان حاکموں سے روپے لے کر غریبوں میں تقسیم کر کے ان کو آرام پہنچا اور ان کی ضرورت پوری کر" خبردار کسی بھی جن یا انسانی شیطان سے اس قسم کا مشورہ قبول نہ کرنا اور اُن کے فریب میں آ کر دھوکہ مت کھانا کیونکہ شیطان نے اس طریقے سے کئی لوگوں کا خون بہایا ہے اور ابھی تک خون بہاتا چلا آ رہا ہے۔ اس حقیقت میں کتنی ہی آفتیں پوشیدہ ہیں جو کہ ہم نے اپنی کتاب "احیاء العلوم الدین" میں بیان کی ہیں۔ تو انہیں وہاں تلاش کر سکتا ہے۔

عمل کے قابل چار باتیں

اے بیٹے! (اوپر بیان شدہ) چار باتوں سے پرہیز کرنا لیکن جو کام کرنے ہیں وہ بھی چار ہیں اور مناسب ہو گا کہ ان کی پوری حفاظت کرے۔ (وہ یہ ہیں)۔

۱۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق کا طریقہ

پہلی بات یہ کہ ہر وہ معاملہ جو تیرے اللہ تعالیٰ کے درمیان ہو اس طرح نبھا کہ اگر تیرا خریدا ہوا غلام تیرے لئے وہی کرے تو تُو غم کرنے کے بجائے اسے پسند کرے اور داد دے اور اس پر کسی طرح غصہ نہ کرے گا۔ اسی طرح تو اپنے غلام یا نوکر کی جو بات اپنے لئے نہ پسند کرے تو تُو بھی اپنے پروردگار کی بندگی میں کوئی کوتاہی کرے گا تو تیرا خالق اسے پسند نہ کرے گا۔ یہاں جو حقیقت بیان کرنی ہے وہ یہ ہے کہ تیرا غلام تیرا بندہ نہیں ہے بلکہ خریدا ہوا ہے۔ لیکن تو اپنے اس حقیقی خالق اور مالک کا بندہ ہے جسنے تجھے پیدا کیا ہے۔

۲۔ اللہ کے بندوں سے تعلق کا طریقہ

دوسری بات یہ کہ جو معاملہ تیرے اور اللہ کے بندوں کے درمیان ہو اسے اس طرح نبھا کہ اگر وہ تجھ سے ویسا ہی کریں تو تُو اُسے پسند کرے اور اس پر رنجیدہ نہ ہو۔ جیسے کہ فرمایا گیا ہے۔

فَلَا یَکْمُلُ اِیْمَانُ عَبْدِیْ حَتّٰی یُحِبَّ لِسَآئِرِ النَّاسِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ۔

ترجمہ: میرے بندے کا ایمان ہرگز مکمل نہیں جب تک (وہ) تمام انسانوں کے لئے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو خود اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہے۔

۳۔ مطالعہ کی تلقین

تیسرے یہ اگر تو اپنے علم کو بڑھانا چاہتا ہے اور کوئی علمی کتاب پڑھنا چاہتا ہے تو یہ سمجھ کہ اب تیری عمر ایک ہفتے سے زیادہ نہیں۔ اس حالت میں تجھے کس قسم کا علم فائدہ بخشے گا، بس تو اسی علم میں مشغول ہو۔ اگر تجھے خبر ہو کہ

تیری زندگی ایک ہفتے سے زیادہ نہیں ہے تو تُو اُس ہفتے میں ایسی علمی کتابیں ہرگز نہ پڑھے گا جن میں تجھے مناظرے، اصول و کلام، مذہب و لغت، صرف و نحو، شعر و عروض، طب و نجوم، غزلوں کے دیوان اور مضمون نویسی یا اسی قسم کی دوسری علمی معلومات حاصل ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تو یہ سمجھ رہا ہے کہ یہ علوم اب کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ اس لئے پورے ہفتے تو دل کے مراقبے اور اپنے نفس کی صفات پہچاننے میں مشغول ہوگا۔ دنیا سے منہ موڑ کر اپنے دل کو بُری عادتوں سے پاک کر کے اللہ کی محبت اور اخلاق حمیدہ سے سنوار کر اس کی عبادت اور بندگی میں مشغول ہوگا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ تو اس ہفتے دن یا رات کو کسی کے پاس نہ جائے حالانکہ یہ امکان بھی نہیں ہے کہ گویا تو اسی دن یا رات میں انتقال کرے گا۔

اے بیٹے! ایک بات سُن اور یاد رکھ اور اسے حقیقت سمجھ، اس پر غور کر اور اس پر عمل کر تو یقیناً تیری نجات ہوگی۔ اگر تجھے یہ خبر دی جائے اور کہا جائے کہ اگلے ہفتے بادشاہ تیرے گھر آئے گا تو پھر یقیناً تو یہ پورا ہفتہ سوائے اس کے اور کوئی کام کاج نہیں کرے گا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بادشاہ کی نگاہ فلاں جگہ یا چیز پر جائے تو کیوں نہ میں اسے پاک و صاف کر لوں۔ اس طرح تو اپنے گھر کی ہر چیز کو صاف کرے گا، سجائے گا، اس میں تیرا جسم تیرا لباس، تیرے گھر کی در و دیوار اور فرش وغیرہ آجاتے ہیں، یہ سب پاک کرے گا۔ اب تو خود سوچ اور سمجھ، میں بھلا اشارے سے آخر کیا سمجھاؤں؟ تو خود عقلمند ہے اس لئے اشارہ کافی۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَلَا إِلَى أَعْمَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَنِيَّاتِكُمْ۔

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتا اور نہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے بلکہ وہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔

جب احکم الحاکمین کی نگاہ تیرے دل پہ ہے تو پھر تو اپنے دل کو کیوں صاف نہیں کرتا۔ اگر تیری تمنا ہے کہ قلب کے احوال کا علم حاصل کرے تو پھر کتاب "احیاء علوم الدین" اور ہماری دوسری کتابوں کو دیکھ کیونکہ تمام مسلمانوں پہ یہ علم حاصل کرنا "فرض عین" ہے اور دوسرا علم "فرض کفایہ" ہے۔ مگر یہ علم اس قدر ہونا چاہیئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری اور تعمیل کر سکے۔ اگر اللہ تعالیٰ تجھے توفیق عطا فرمائے تو تُو یہ علم ضرور حاصل کرنا۔

۴۔ خوراک کا ذخیرہ نہ کرنا

چوتھی بات یہ ہے کہ تو اپنے اہل وعیال کے لئے دنیا کے مال سے ایک سال سے زیادہ کی خوراک جمع کر کے نہ رکھ۔ کیونکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ازواج مطہرات کے لئے ایک سال کی خوراک جمع کی اور فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ قُوْتَ اٰلِ مُحَمَّدٍ کَفَا فًا۔

ترجمہ: اے میرے اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اہل وعیال کی خوراک میں کفایت فرما۔

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج مطہرات کے لئے خوراک جمع کر کے نہ رکھی تھی بلکہ ایک سال کے لئے صرف خوراک اُن ازواج مطہرات کے لئے جمع فرمائی تھی جن کا توکل ضعیف تھا، اور جن امہات المؤمنین کا یقین پختہ تھا اور توکل مضبوط تھا ان کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن کے لئے بھی خوراک جمع نہیں فرمائی۔ جیسا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان جیسی دوسری امہات المؤمنین۔

اے بیٹے! اس رسالے میں میں نے تیرے تمام سوالوں کے جواب دیئے ہیں۔ اب تجھے چاہیئے کہ ہمت کر کے سب پر عمل کر اور مجھے دعا میں نہ بھلا۔ تو نے یہ بھی چاہا کہ تجھے کوئی دعا لکھ بھیجوں، تو دعائیں تو حدیثوں کی کتب "صحاح ستہ"

میں تلاش کر اور یاد کر لے۔ اسی طرح اہل بیت علیہ السلام کے طریقوں میں بھی بہت سی دعائیں آئی ہیں، وہاں تلاش کر، درج ذیل نماز کے بعد خاص طور پر پڑھ۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنَ النِّعْمَةِ تَمَامَهَا وَمِنَ الْعِصْمَةِ دَوَامَهَا وَمِنَ الرَّحْمَةِ شُمُوْلَهَا وَمِنَ الْعَافِيَةِ حُصُوْلَهَا وَمِنَ الْعَيْشِ اَرْغَدَهٗ وَمِنَ الْعُمُرِ اَسْعَدَهٗ وَمِنَ الْاِحْسَانِ اَتَمَّهٗ وَمِنَ الْاِنْعَامِ اَعَمَّهٗ وَمِنَ الْفَضْلِ اَعْذَبَهٗ وَمِنَ اللُّطْفِ اَقْرَبَهٗ وَمِنَ الْعَمَلِ اَصْلَحَهٗ وَمِنَ الْعِلْمِ اَنْفَعَهٗ وَمِنَ الرِّزْقِ اَوْسَعَهٗ اَللّٰهُمَّ كُنْ لَنَا وَلَا تَكُنْ عَلَيْنَا اَللّٰهُمَّ اخْتِمْ لَنَا بِالسَّعَادَةِ اٰجَالَنَا وَحَقِّقْ بِالزِّيَادَةِ اٰمَالَنَا وَاقْرُنْ بِالْعَافِيَةِ غُدُوَّنَا وَاٰصَالَنَا وَاجْعَلْ اِلٰى رَحْمَتِكَ مَصِيْرَنَا وَمَاٰلَنَا وَاصْبُبْ سِجَالَ عَفْوِكَ عَلٰى ذُنُوْبِنَا وَمُنَّ عَلَيْنَا بِاِصْلَاحِ عُيُوْبِنَا وَاجْعَلِ التَّقْوٰى زَادَنَا وَفِيْ دِيْنِكَ اجْتِهَادَنَا وَعَلَيْكَ تَوَكُّلَنَا وَاعْتِمَادَنَا ثَبِّتْنَا عَلٰى نَهْجِ الْاِسْتِقَامَةِ وَاَعِذْنَا (فِي الدُّنْيَا) مِنْ مُّوْجِبَاتِ النَّدَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَخَفِّفْ عَنَّا ثِقْلَ الْاَوْزَارِ وَارْزُقْنَا عِيْشَةَ الْاَبْرَارِ وَاكْفِنَا وَاصْرِفْ عَنَّا شَرَّ الْاَشْرَارِ وَاَعْتِقْ رِقَابَنَا وَرِقَابَ اٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا مِنَ النَّارِ وَالدَّيْنِ وَالْمَظَالِمِ يَا عَزِيْزُ يَا غَفَّارُ يَا كَرِيْمُ يَا سَتَّارُ يَا حَلِيْمُ يَا جَبَّارُ يَا عَظِيْمُ يَا قَهَّارُ يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَيَا رَحِيْمَ الْاٰخِرَةِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

ترجمہ: یا الٰہی! میں تجھ سے تیری نعمتوں کا اِتمام (کثرت) چاہتا ہوں اور پاکیزگی میں سے اس کی ہمیشگی چاہتا ہوں اور رحمت میں سے اس کا شامل ہونا۔ اور تندرستی میں سے اس کا حاصل ہونا اور رزق میں سے اس کی کشادگی اور زندگی میں سے اُس کی خوشحالی اور عمر میں سے اس کی سعادت اور احسان میں سے اس کی تکمیل اور انعامات میں سے وہ انعام جو سب سے زیادہ عام ہوں اور فضل میں سے وہ فضل جو سب سے زیادہ شیریں ہو اور لطف میں سے وہ لطف جو سب سے زیادہ عنایت والا ہو، اور اعمال میں سے وہ عمل جو سب سے زیادہ اچھا ہو۔ اور علم میں سے سب سے زیادہ فائدے والا علم اور رزق میں سے سب سے زیادہ کشادگی والا رزق چاہتا ہوں۔

یا اللہ! تو ہمارا ہوجا (یعنی ہمیں فائدے عطا فرما) اور ہمارے اوپر بوجھ نہ ڈال (یعنی ہمیں نقصان کا منہ نہ دکھا) یا اللہ ہماری عاقبت سنوار دے، اور ہمارے اعمال درست فرما دے، ہمارے صبح و شام کو خیر و عافیت سے ہمکنار فرما۔ اور ہمارے گھر اور ہمارے مال و اسباب کو اپنی رحمت سے ہمکنار فرما، اور ہمارے گناہوں اور عیبوں کو اپنی عفو و درگزر کی چادر سے ڈھک دے، اور ہمارے عیبوں کی اصلاح فرما کر ہم پر احسان فرما، اے اللہ! تیری ہستی پاک پر ہمارا اعتماد اور توکل قائم رکھ۔

اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں دین میں استقامت اور ثابت قدمی عطا فرما۔ تو ہمیں دنیا میں ایسے کاموں سے اپنی پناہ میں رکھ جو قیامت میں شرمندگی اور ندامت کا سبب بنیں، اور ہمارے گناہوں کا بوجھ (ہم پہ) ہلکا کر، اور ہمیں نیک لوگوں والی زندگی عطا فرما، اور تو ہمارے لئے کافی ہوجا۔ اور ہمیں بدکار و غلط کار لوگوں کے شر سے محفوظ فرما، اور تو ہماری گردنیں اور ہمارے آباء و اجداد کی گردنیں دوزخ کی آگ سے، قرض سے اور ظلم و ستم سے آزاد فرما، اے بڑی عزت والے! اے بخشنے والے! اے کرم

والے! اے عیبوں کو ڈھکنے والے، اے بردبار، اے زور والے! اے عظمت و بزرگی والے! اے قہار! اے اللہ اے اللہ اے اللہ! اے دنیا میں مہربانی کرنے والے! اے آخرت میں رحم کرنے والے! اے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے! تو اپنی رحمت کے طفیل زیادہ رحم کرنے والا ہے، اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو کہ تمام مخلوق میں برگزیدہ ترین ہستی ہیں اور ان کی آل پر اور ان کے تمام صحابہ کرامؓ پر ہمیشہ رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

تمام تعریف اللہ تبارک وتعالےٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

تمت الکتاب بعون الملک الوھّاب